

وَلَا تَأْكِلُ مِسْوَاقَ الْحُقَّ بِإِبْرَاهِيلٍ وَتَكُنْتُمُوا لِلْحُقَّ وَ
آتَيْتُمْ تَعْلِمَهُونَ (آلہ بقرہ ۲-۳۲)

ترجمہ: اور پیغمبر کو جھوٹ کے ساتھ نہ ملاو، اور (نہ) پیغمبر کو چھپاو اجیکر تم جانتے ہو۔

مخالفینِ احمدیت کے اعتراضات

اور

مدیرِ باہنامہ "نگار" علامہ نیاز فتح پوری
کے جوابات

ترتیب و پیشکش

ڈاکٹر خورشید عالم ترین

ناشر

مکتبہ اشاعت الحق۔ باراں پتھر بٹھ مالو،

سرینگر کشمیر پن ۱۹۰۰۹

باز اول ۱۹۹۵ء

(نیمان پریس ۲۱۰۲ کفایت اللہ اسٹریٹ پہاڑی جھوجذر دہلی ۶۱۰۰۶)

حضرت مرتضی اعلیٰ امام احمد صاحب قادر یانی علیہ الرحمۃ

کا حلقویہ بیان

”میں عامنہ الناس پر فنا ہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جل شاء کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں ہوں لَهُ الٰهٌ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ میرا عقیدہ ہے۔ اور وَلَكِنْ رَسُولُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ پر انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں۔ اور جس قدر انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔ کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول ص کے فرمودہ کے برخلاف نہیں۔ اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے خود اس کی غلط فہمی ہے۔ اور جو شخص مجھے اب بھی کافر سمجھتا ہے اور تکفیر سے باز نہیں آتا وہ یقیناً یاد رکھے کہ من کے بعد اس کو بلوچھا جائے گا۔“

(کرامات الصادقین ص ۲۵)

بیحی راشد الرحمن والرہیم

مخالفینِ احمدیت کے اعتراضات

اور

مدیر مہنامہ "نگار" علامہ نیاز فتحوریؒ کے جوابات

ابتداء علامہ نیاز فتحوریؒ برصغیر ہند پاک کے مایہ نماز انشا، پرداز، زبردست نقاد اور متعدد
مزہبی، علمی اور ادبی کتب کے مصنف اور مشہور مہنامہ "نگار" کے تقریباً صحف صدیاں کی
ایڈٹر رہے ہیں۔ آسمانِ علم و ادب کے آفتاب نہ ہی بھتابوں میں تو ضرور شمار ہوتے ہیں۔ تحریکِ احمدیت
یا باقی احمدیت سے اُن کا براہ راست یا باوسط کوئی تعلق نہ تھا۔ اس عالمگیر تحریک کے بارے میں اُنہیں
غور کرنے کی تحریک کب اور کیسے ہوئی، خود علامہ ہما کے الفاظ میں سینے ہے۔

"احمدی جماعت کے حالات پر غور کرنے کی تحریک سب سے پہلے مجھ میں اب
سے چند سال قبل اس وقت پیدا ہوئی۔ جب پاکستان کی مسلم اکثریت نے احمدی
جماعت کو کافر و قاتلے کر اس کے خلاف ہنگامہ قتل و خونزیری برپا کیا تھا۔ اس
سلسلہ میں مجھ کو سب سے زیادہ تکلیف اس بات سے ہوئی کہ اگر احمدی جماعت کو
کافر تسلیم کریا جائے، تو مجھی ان کو قتل و ذبح کرنا کہاں کا اسلام اور شیوه مردانگی تھا۔
اس کے بعد جب میں نجاتا چاہا کہ پاکستان کے غازیان احرار کیوں احمدیوں کو

کافر کہتے ہیں۔ تو تحقیق و مطالو سے معلوم ہوا کہ ان کا سب سے بڑا الزام احمدیوں پر یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الرسل تسلیم نہیں کرتے۔ یہ جان کر میری حیرت کی انہماز نہ رہی، کیونکہ اگر یہ سچ ہو تو بھی کسی کو کیا حق بہنچتا ہے۔ کہ اس جرم میں انہیں دار پر حربِ حادثے۔ جب کہ پاکستان کی غیر مسلم لاکھوں آبادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ہی تسلیم نہیں کرتی۔ چو جائیکہ انہیں خاتم الرسل سمجھنا۔ اور ان کو گردن زدنی نہیں سمجھا جاتا۔ اس سلسلہ میں مجھے احمدی جماعت کا لٹر پر دریکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور میں نے جب مرزا صاحب کی تصانیف کا مطالعہ شروع کیا تو میں اور زیادہ حیران ہوا۔ کیونکہ مجھے ان کی کوئی تحریر پر اسی نہیں ملی جس سے اس الزام کی تصدیق ہو سکتی۔ بلکہ بخلاف اس کے میں نے ان کو ختم رسالت کا اقرار کرنے والا اور صحیح معنوں میں عاشق رسول پایا۔ اس کے ساتھ میں نے مرزا صاحب کی زندگی کا مطالعہ کیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ لیقیناً پر طے مخلص، پر طے با عمل، پر طے عزم و ہمت والے انسان تھے اور انہوں نے مدہب کی صحیح روح کو سمجھ کر اسلام کی وہی علیٰ تعلیم پیش کی، جو عہدِ تبوی و خلفاء راشدین کے نامزدیں پالی جاتی تھی۔ میرے نے ان کے مخالفین کی بھی تحریریں پڑھیں۔ جن میں مرزا صاحب کو کافر ملکون اور مکار و غدار کہا گی ہے۔ لیکن میں نے ان تحریروں میں مطلقاً "کوئی وزن نہیں پایا۔"

میر امسک مدہب کے باب میں یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے وہ قطعاً مسلم ہے۔ اور کسی کو اسے غیر مسلم یا کافر کہنے کا حق نہیں پہنچتا۔ کیونکہ ہر مسلمان خواہ وہ کسی جماعت سے تعلق رکھتا ہو کم از کم وحدانیت و رسالت رسول کافر در قائل ہے۔ اور اسلام نام صرف اسی عقیدہ کا ہے۔ ہے فرعی مسائل سوانح

کا اختلاف کوئی ایسا اختلاف نہیں جس کی بناء پر کسی جماعت کو اسلام سے خارج کر دیا جائے۔

جس حدیک ذائق عقائد کا تعلق ہے۔ مجھے شیعی، سُنّی، خارجی، احمدی، اہل قران، اہل حدیث، مقلدین وغیر مقلدین، سب سے اختلاف ہے۔ کسی سے کم کم سے زیادہ۔ لیکن میں ان سب کو مسلمان اور ہمیتِ اجتماعی کا فرد سمجھتا ہوں۔ مگر اس سے ہٹ کر جب سوال نزدیق و تفوق کا سامنے آتے ہے۔ تو میں بے شک یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ اس وقت احمدیوں سے زیادہ با عمل و منظم جماعت کوئی دوسرا نہیں۔ اور جب تک ان کی تنظیم قائم ہے میں ان کو سب سے بہتر مسلمان کہتا رہوں گا۔ خواہ اپنی ناہلی، کم ہمتی، بے عمل یا برخود غلط عقل پسندی کی بناء پر میں کبھی ان میں شامل نہ ہو سکوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ احمدی جماعت فرشتوں کی جماعت ہے۔ اور وہ کبھی کسی گناہ کے مرتكب نہیں ہوتے۔ لیکن میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ اگر دوسرا جماعتوں میں فی ہزار ایک سچا مسلمان ملتے گا۔ تو ان میں ۰.۵ فیصدی ایسے ازاد مسلمانیں گے۔ جو اپنی انسانیت اور بلندی اخلاق کے لحاظ سے واقعی مسلمان ہے جاسکتے ہیں۔ پھر جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ اس جماعت کی یہ عزیمت اور تنظیم نیجوہ ہے۔ صرف مرتضیٰ صاحب کی بلند شخصیت کا تو وہ مجھے ہمدردی موعود سے بھی زیادہ اونچے نظر آتی ہے۔ کیونکہ اول تو طہور ہمدردی کا عقیدہ ہی اسرے سے بے معنی کی بات ہے۔ لیکن اگر کبھی وہ تشریف بھی لائے تو شاید اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکیں جو مرتضیٰ صاحب نے کر دکھایا؟

(نگار، ماہ نومبر ۱۹۶۱ء بحوالہ ملاحظات نیاز فتحیوری "ص، آتا ۱۰۹")

علام موصوف کی اس بے لائگ تحقیق و مطالعہ کے نتائج ان پر غیروں کی طرف سے تنقید اور بھر علامہ

کے جوابات۔ یہ سلسلہ ماہنامہ لگاڑ میں اگست ۱۹۵۹ء سے اکتوبر ۱۹۶۳ء تک جاری رہا۔ اُس کے بعد طالب رحلت فراگئے اور سلسلہ بند ہو گیا۔ جماعت احمدیہ کو اچھی کے جناب محمد احمد صاحب شاہد ایم، اسے نے علامہ موصوف کی ان محققانہ لگاڑ شات کو ”لاظھات نیاز فتحوری“ نام کتاب میں ہمایت عمده ترتیب کے ساتھ شائع کیا تھا۔ زیر قلم مقام امیں یہی کتاب ہمارے سامنے ہے۔ تہذیب و اخخار کے پیش نظر، ہم نے مخالفین احمدیت کے سوالات کو اپنے الفاظ میں ادا کیا ہے۔ لیکن جوابات حرف بحرف علامہ موصوف ہی کے قلم سے ہیں۔

(خورشید)

سوال :- بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب قادریانی برطے شاطر تھے۔ محض دینا وی اعراض کے حصول کی خاطر انہوں نے اسلامی روایات سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ طرح طرح کے دعا وی کر کے سادہ لمح مسلمانوں کو اپنے دام تزویز میں پھانا۔

جواب اس علامہ نیاز فتحوریؒ :- میں نے جب آنکھ کھولی۔ مسلمانوں کو باہم دست و گریب ہی دیکھا۔ سُنّتی، شیعی، اہل قرآن، اہل حدیث، دیوبندی، غیر دیوبندی، وہابی بدعتی اور خدا جانے کتنے گھوٹے مسلمانوں کے ہو گئے۔ جن میں سے ہر ایک درسرے کو کافر کہتا تھا۔ اور کوئی ایک شخص ایسا نہ تھا جس کے مسلمان ہونے پر سب کو اتفاق ہو۔ ایک طرف خود مسلمانوں کے اندر اختلاف و تضاد کا یہ عالم تھا اور دوسری طرف آریائی و عیسیوی جماعتوں کا احاطہ اسلامی طریقہ اور اکابر اسلام پر۔ کہ۔ اس زمانہ میں مرزا غلام احمد صاحب سامنے آئے اور انہوں نے تمام اختلافات سے بلند ہو کر دنیا کے سامنے اسلام کا وہ صحیح مفہوم پیش کیا۔ جسے لوگوں نے بھلدا دیا تھا یا غلط سمجھا تھا۔ یہاں تباہی کو ختم کا جھنگڑا تھا۔ نرفہ یہ دین و آمیں بالہمہ کا اختلاف، یہاں دعویٰ بالقرآن کی بحث تھی۔ دعویٰ استاد بالحدیث کی۔ اور صرف ایک نظر پر سامنے تھا۔ اور وہ یہ کہ اسلام نام ہے۔ صرف اس وہ رسولؐ کی پابندی کا۔ اور اس علی نزدیگی کا، اس ایشارہ قربانی کا، اس مجتہت و رافت کا، اس اخوت و ہمدردی کا اور اس حرکت و عمل کا جو رسول اللہؐ کے کردار کی تہنا خصوصیت اور اسلام کی تہنا اس

و بنیاد تھی۔

میرزا غلام احمد صاحب نے اسلام کی مدافعت کی اور اس وقت کی جب کوئی بڑے سے بڑا عالم دین بھی دشمنوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ انہوں نے سوئے ہوئے مسلمانوں کو جگایا، اٹھایا اور پڑایا۔ یہاں تک کہ وہ چل پڑے۔ اور الباچل پڑے کہ آج روئے زمین کا کوئی گوشہ نہیں جو ان کے نشاناتِ قدم سے خالی ہو۔ اور جہاں وہ اسلام کی صحیح تعلیم نہ پیش کر رہے ہوں۔ — — — رہا یہ امر کہ میرزا صاحب نے خود لپٹنے آپ کو کیا ظاہر کیا۔ کوئی چیز اقبال لکھا ظاہر نہیں۔ کیونکہ اصل سوال یہ نہیں کہ انہوں نے لپٹنے آپ کو کیا ہے۔ اور یہ اتنی بڑی بات ہے کہ اس کے پیش نظر (قطع نظر روايات و اصطلاحات سے) میرزا صاحب کو حق پہنچا تھا کہ لپٹنے آپ کو تمدیدی کہیں۔ کیونکہ وہ ہدایت یا فتنتھے۔ مثل میخ کہیں، کیونکہ وہ روحانی امراض کے معالج تھے۔ اور ظلّتی کہیں، کیونکہ وہ رسولؐ کے قدم بعدم چلتے تھے۔

(نگار۔ اکتوبر ۱۹۶۰ء۔ بحوالہ

ظاہرات نیاز قیچوری۔ ص ۴۱۶۰)

”اب آئیے ایک اور زاویہ سے اس مثل پر غور کریں ...۔ اگر آپ کا یہ الزام صحیح تسلیم کریا جائے کہ میرزا صاحب کا دعویٰ مہدویت سراسر کرو فریب تھا۔ تو لاذنایا ماننا پڑے گا کہ یہ بہت بڑا مکرو فریب تھا۔ اور جو شخص پتے مشن کی بنیاد ہی لیے کذب و دروغ پر قائم کرے گا۔ وہ یقیناً برے پست اخلاق کا مالک ہو گا۔ اور اس کی زندگی کا مقصود اس کے سوا کچھ نہ ہو گا کہ لوگوں کو دھوکہ کیا جو دنیا کھائے۔ اور عیش و تنم کی زندگی بس کرے۔ حالانکہ میرزا صاحب کی زندگی میں کوئی ایک واقعی بھی ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا۔ جس سے تاویل بعید کے ذریعے بھی یہ ثابت ہو سکے کہ وہ خود غرض ہطلب پرست اور طامع انسان تھے۔ انہوں نے جس وقت احمدیت کی تبلیغ شروع کی اسی وقت صاف صاف کہ دیا کہ ان کا مقصود اس تحکیک سے صرف عملی تعلیماتِ اسلام کو زندہ کرنا ہے۔ اور اس مقصود کی تکمیل میں (دن) رات ہمک ہے۔ آپ کو غالباً

اس سے انکار نہ ہو گا کہ اس تحریک کے مسلسلہ میں انہیں کن کن مصائب کا مقابلہ کرنا پڑتا۔ کیسے کیسے خارجہ راؤں سے گزرنا پڑتا لیکن کبھی ہمت دہاری اور آخر کار ان کا جدید غلوص اور صداقت کا میاب ہو کر رہا۔ ”

(نگار۔ اپریل ۱۹۶۱ء۔ بحوالہ ملاحظات نیاز فتحپوری ص ۷۷۔)

۲ سوال:- بخاطر مزاصاحب ختم بیوت کے منکر اور برخلاف عقاید اسلامیہ بنی ہونے کے دعویداً میں۔ اندر میں صورت انکی تکذیب و تکفیر لازمی بن جاتی ہے۔ علمائے اسلام اسی فلسفہ کو انجام دے لے ہے میں۔

جواب از علامہ نیاز فتحپوری ^۱ جب میں نے خود اس جماعت کے لطیح پر اور اس کے علی پہلو کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ مخالفت شخص ربانے سے محیثت ہے۔ اور جو ایامات مزاصاحب موصوف پر قائم کئے جاتے ہیں۔ ان میں صداقت کاشائیہ تک نہیں۔ سب سے بڑا الزام ان میں یہ عائد کیا جاتا ہے کہ دہنتم بیوت کے قائل نہ تھے۔ حالانکہ اس سے زیادہ لغو والیعنی الزام کوئی اور ہوئی نہیں سکتا۔ وہ یقیناً ختم بیوت کے قائل تھے۔ اور غالباً اسی شغف و شدت کے ساتھ جو ایک سچے عاشق رسول میں پایا جانا چاہیے۔ وہ اپنے آپ کو بربناتے تقیید نہیں، رسول کا سایہ اور اسوہ بنوی کا مظہر ضرور قرار دیتے تھے۔ سو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ ہر شخص جو رسول اللہ کی زندگی کو سامنے رکھ کر اُس کی تقیید کرے وہ خلی بنوی ہملا یا جاتے گا۔ اور اگر مزاصاحب نے علماً اس کو کر دکھایا تو وہ یقیناً خلی بنوی بھی تھے اور بروز اسوہ رسول بھی۔ کلتے افسوس کی بات ہے کہ لوگ نہ احمدی جماعت کے لطیح پر کامطا لو کرتے ہیں۔ اور زان کے کامناموں کو دیکھتے ہیں۔ شخص سُنی سنائی بات پر اعتماد کر کے اس کی طرف سے بذریعہ ہو جاتے ہیں۔ ”

(نگار۔ مئی ۱۹۴۲ء۔ بحوالہ ملاحظات نیاز فتحپوری۔ ص ۱۱۳-۱۱۴)

” مزاعلام احمد صاحب کا تعلق بائی شریعت ^۲ سے حد درجہ للہماں و صاحبہ لاذ تھا۔ اور ذات بنوی کے ساتھ جو خلوص و شفف ان میں پایا جاتا تھا (تول و فعل دونوں میں) اسکی مثال اس عہد میں مشکل ہی

سے کہیں اور مل سکتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

گرفزای بود بخدا سخت کافر م
از خود تھی واز غم آں دستاں پرم
ہاں ہم کستم وز خداوند من درم
جودست رحمت تو گر کیست یادم
ای است کام دل اگر آید میسرم
بعد از خدا بعشقِ محمد مخدوم
ہر تاریخ پدم بسرا یہ بعشقِ او
من نیستم رسول دنیا وردہ ام کتاب
یا رب بزاریم نظر کن بلطف وفضل
جانم فدا شود برہ دین مُصطفیٰ

ان اشعار کا ترجمہ از مرتب:-

(۱) میں خدا تعالیٰ کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں سرشار ہوں۔ اگر اسی
بات کا نام گھفرنے ہے تو بخدا میں سخت کافر ہوں۔

۲، آپ کا عشقی میرے وجود کے ہر رُگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہے۔ میں اپنے آپ سے
خالی اور اس محبوب کے غم سے پُر ہوں۔

۳، میں رسول نہیں ہوں اور نہ ہی کوئی کتاب لایا ہوں۔ ہاں ہم ہوں اور خدا تعالیٰ کی طرف
ڈرانے والا ہوں۔

۴، اے میرے رب میری گریہ و زاری کو دیکھ کر لطف و کرم کی ایک نظر کر کر تیری رحمت کے
سو اور گون میرا مددگار ہے۔

۵، میری جان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دن کی راہ پر فدا ہو جائے۔ یہی میر
دل کی تسلی ہے۔ کاش میسر آجائے۔)

جیسے ہے کہ جس شخص کا دل رسول اللہ کے متعلق ایسے ندا کارا جنہیں سے لبریز ہو۔ اور
جو صاف صاف یہ کہ "من نیستم رسول" اسکی بابت یہ کہا جائے کہ وہ ختم نبوت کا قائل نہ تھا۔ یا یہ کہ

وہ خود رسول بن کر کوئی مستوازی شریعت اپنی علیحدہ قائم کنا چاہتا تھا۔

حضرت مرا صاحب نے اپنے آں جذبہ و عقیدہ کا انہمار اپنی تحریروں اور تقریروں میں بڑا اور بار بار کیا ہے۔ ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۳ء کو جامع مسجد دہلی میں ایک کثیر مجمع کو خطاب کرتے ہوئے اپنے آپ نے فرمایا۔ “میں اس خاتم خدا میں صاف صفات اقرار کرتا ہوں کہ میں بحاب خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم بتوت کا قائل ہوں اور بتو شخص ختم بتوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج بھکتا ہوں۔”

”میں آیت و لکن رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ پر سچا اور کامل ایمان رکھتا ہوں۔“ (ایک غلطی کا ازالہ۔ ص ۳)

”خدا یک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بنی اور خاتم الانبیاء ہیں۔“

(کشی نوح ص ۵۶)

میں نہیں بھکتا کہ مرا صاحب کے ان اقوال کے ہوتے ہوئے کہنا کہ وہ ختم بتوت کے قائل نہ تھے۔ کیونکہ صحیح درست ہو سکتا ہے؟... آپ اپنے خیال کی تائید میں جو سب سے قوی دلیل پیش کر سکتے ہیں وہ ”لَا بُنَىَ بَعْدِنِي“ (میرے بعد کوئی بنی نہ ہو گا) کی حدیث ہے۔ لیکن اگر اسی کے ساتھ ”علماء اتنی کا بنیاء رہی اسرائیل“ (میری امت کے علماء انبیاء اور اسرائیل کی طرح ہوں گے) والی حدیث کو بھی سامنے رکھا جائے اور دلوں کو متعارض نہ قرار دیا جائے تو یعنی دلوں حدیثوں میں بنی کامنہوم ایک دوسرے سے جدا ہونا چاہیے؟... لیکن اگر تھوڑی دیر کئے سے فرن کر دیا جائے کہ اس سے مراد مطلقاً الفقار بتوت ہے تو بھی یہ دوال اپنی جگہ بستور قائم رہتے ہے کہ جس بتوت کے الفقار کا ذکر اس حدیث میں کیا گیا ہے اس کی نوعیت کیا ہے؟

اس باب میں جب ہم اکابر علماء و فقہاء کے اقوال پر زکہ ڈالتے ہیں (جن میں مجی الدین ابن عربی

عبدالوهاب شریانی، محمد دالف ثانی، امام علی القادری اور ہمارے عہد کے مولانا عبد الجی فرنگی محلی شامل ہیں ا تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد صرف "بتوت قرآنی" ہے اس لئے اس بیان سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ خاتم النبین میں "نبیین" سے مراد صرف صاحب شریعت انبیاء مراد ہیں۔ اور وہ علماء نہیں جو برابر اربع شریعت قرآنی بتوت کا دعویٰ کریں۔

اب اپنے خود فرمائیے کہ حضرت مرا صاحب نے اپنی بیوت کا دعویٰ کس معنی میں کیا ہے؟ اگر انہوں نے شریعت قرآنی سے ہٹ کر خود اپنی کوئی شریعت پیش کی ہے۔ تو ان کا دعویٰ یقیناً غلط ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس کے ملنے میں تامل کیوں ہے؟ جب کہ انہوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو خادم رسول ہی کی حیثیت سے پیش کیا اور اس کی زندگی اُسی کردار اور اسی اخلاق کی تبلیغ کی جسے ہم "اسوہ ہی" کہتے ہیں۔

اس کی تردید میں آپ نیادہ سے نیادہ بیہی کہہ سکتے ہیں کہ اس معنی میں کیوں انہیں کو بنی تمیم کیا جائے گی اور کو کیوں نہیں؟ سواس کے جواب میں میں بھی کم سے کم یہ کہہ سکتا ہوں کہ "فَاكُوْا بِسْ جَبْلِ مَنْ مِثْلِهِ" — اگر کوئی اور ایسا ہے تو اس کو پیش کیجئے۔ جس زمانے میں مرا صاحب اسلام و شاعرِ اسلام کی حمایت پر آمادہ ہوئے وہ بڑا نازک وقت تھا۔ اور ہندوستان کا طبق علماء بالکل سورا تھا خالی الفین اسلام کے سامنے آنے کی جرأت و اہمیت نہ رکھتا تھا۔ کھلم کھلا سر بازار اسلام و صاحب اسلام کی توہین جاتی تھی۔ اور کسی مسلم خالوا دہ کو اس کا احساس نکست تھا۔ مسلمانوں کے دلوں سے دینی غیرت، اسلامی حمیت بالکل میٹ چکی تھی۔ شاعر اسلام کی پابندی برائے نام روگی تھی۔ اور اس "برے وقت" کا احساس حاصل کو تو خیر ایک حد تک ہوا۔ لیکن ہمارے علماء کے ہاتھ بھی دعا کیلئے نہیں اُسطھے۔ قدم اٹھانے کا کیا ذکر ہے؟ — الغرض یہ تھا وہ نازک وقت جب قادیانی سے ایک مرد غیب انھوں کھڑا ہوا اور اس نے اپنی تحریروں، تقریروں اور انھلک کوششوں سے نہ صرف یہ کہ مخالفین اسلام کے ہفوات کا جواب دیا بلکہ مسلمانوں میں ایک ایسی علی جماعت پیروی کر دی جس کا اثر لیکن حضرت مرا صاحب کا ذاتی عقیدہ ہے کہ "کہ هر قسم کی بیوت بند ہے"۔

(ملفوظات ج ۵۔ ۳۷۹۱ء) (مرتب)

اپ کو بھی ہے۔"

(نگار سپتمبر ۱۹۴۱ء۔ بحوالہ ملاحظات نیاز فتحپوری۔ ص ۹۹ تا ۱۰۱)

"وہ اپنے آپ کو یقیناً ظل بنوی یا مہدی موعود سمجھتے تھے۔ لیکن ان کا یہ کہنا عقیدہ "خاتم النبین" کے منافی نہیں۔ کیونکہ جس نبوت کو وہ آخری نبوت سمجھتے تھے اس کا انہوں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ اور جس ظل طکر نبوت کا حامل وہ اپنے آپ کو کہتے تھے وہ کوئی تی چیز نہیں۔ رسول اللہ نے خود اُمّت کے علماء کو انبیا بنی اسرائیل ظاہر کیا ہے۔ اور مرزا صاحب یقیناً اُمّتِ محمدی ہی سے تعلق رکھتے تھے۔

مرزا صاحب کے دعاویٰ میں اہم ترین دعویٰ یہی ہے کہ وہ مجدد تھے۔ سایہ بنوی تھے۔ مہدی موعود تھے۔ لیکن ان سب کا مفہوم ایک ہی تھا۔ یعنی یہ کہ وہ اجیاے دین کے نامور ہوئے تھے۔ اور اسیں کلام نہیں کر انہوں نے یقیناً اخلاق اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا۔ اور ایک ایسی جماعت پیدا کر کے دکھادی جس کی زندگی کو ہم یقیناً "اسرہ نبی" کا پڑا تو کہہ سکتے ہیں۔

(نگار نویں ۱۹۵۹ء۔ بحوالہ ملاحظات فتحپوری۔ ص ۷۹)

سوال - مرزا صاحب نے تاریخی حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام کے بہت سے اصولوں کو منع کر دیا۔ مثلاً عقیدہ بہاد، مرزا صاحب نے اسکو منسوخ کھڑایا۔

جواب از علامہ نیاز فتحپوری۔ اس سے زیادہ فلطبیانی اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ مرزا صاحب پر بہت سے اصول اسلام منع کر دینے کا الزام قائم کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ خود اصول اسلام سے واقع نہیں۔ احقادی یحییت سے اسلام نام ہے صرف اللہ، رسول، کتب الہامی، طاکر اور بعثت بعد الموت پر ایمان لانے کا۔ اور علی یحییت سے نماز، روزہ، رحیم، رحکوم اور بہاد فی سبیل اللہ کا۔ سو مجھے بتلیٰ ہے کہ مرزا صاحب نے ان میں کن کن بالوں کو منع کیا ہے۔ وہ نظریاتی یحییت سے ان تمام بالوں کے ای طرح قابل ہیں جس طرح عامۃ المسین۔ رہی علی یحییت، ہون غابہ

آپ کوئی اس سے انکار نہ ہوگا کہ مسلمانوں میں کوئی جماعت احکام اسلامی کی اتنی پابند نہیں جتنا احمدی جماعت۔ رہا مسلک ہبھاد۔ سو اس باب میں بھی ان کا مسلک میں قرآنی تعلیم کے موافق ہے۔ جہاد ہبھاد اپنی ذات سے شروع ہوتا ہے.... اور وہ جہلہ جس کا مفہوم عام طور پر جنگ کی بجا تائے ہے۔ وہ بھی صرف دفاعی معنی میں فرض ہے۔ قرآن نے جارحانہ جنگ کو بھی جائز نہیں بھجا۔ اور اگر آپ عہد ثبوی اور عہد خلافت کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو کوئی مثال جارحانہ جنگ کی نظر نہیں آئے گی۔ خود رسول اللہؐ نے بھی بھی اشاعت اسلام کے لئے توارث نہیں اٹھائی۔ اور رہ خلفاء راشدین نے ملک گیری کیلئے کسی قوم پر حملہ کیا۔ آپ عہد خلافاً کے بدل کا نمازہ سامنے نہ رکھتے۔ وہ زمانہ حکومتِ اسلام کا تھا۔ مذہبِ اسلام کے اقتدار کا تھا۔

مرزا صاحب نے اگر انگریزوں کے خلاف جہاد بالسیف کی ممانعت کی تو وہ عین شریعتِ اسلامی کے مطابق تھی۔ کیونکہ انگریزوں کے نزارت میں تمام مسلمان اپنے مذہبی شعائر اختیار کرنے کیلئے آزاد تھے۔ اور ہندوستان کو دل الخرب سمجھ کر اسکے خلاف جہاد کرنے کی کوئی وجہ توازن موجود نہ تھی۔

اس عہد میں اگر کوئی جہاد ہو سکتا تھا۔ تو وہ صرف تبلیغ حق و صداقت کا جہاد تھا۔ اور اس سلسلہ میں مرزا صاحب نے جس طرح فیصلوں کا مقابلہ کیا ہے۔ اس سے آپ بھی انکار نہیں کر سکتے۔

(نکار۔ اپریل ۱۹۴۲ء بحوالہ ملاحظاتِ میاذ فتحوری ص ۵۸، ۵۹)

۷۔ سوال۔ ”مرزا صاحب بڑے وقت شاس بزرگ تھے۔ ان میں یہ قدرت حاصل تھی کہ بقول علام کرام عربی زبان نہ ہوئے مولوی نور الدین جیلی عالم کو اپنے اگر ویدہ بنایا۔ انگریزی سے نابلد ہوتے ہوئے محمد علی جیسے انگریزی دان مقرر قرآن اُن کی غلامی کا دم بھرتے گئے۔ اسی طرح انہوں نے مسلمانوں کے بہت سے دل و دماغ کو ساتھ ملایا۔“ (نوٹ یہ تمام الفاظ معمور کے لپٹنے ہیں۔ خورشید)

جواب از علامہ میاذ فتحوری :۔ آپ نے حضرت مرزا صاحب کو بڑا وقت شاس ظاہر کیا ہے۔ اور اس میں ٹکر نہیں وہ بڑے وقت شاس بزرگ تھے۔ کیونکہ ان کی تحملی

احمدیت اسی وقت شایعی کا نتیجہ تھی۔ لیکن آپ نے اس ضمن میں ایک فقرہ ایسا بھی لکھا ہے جس سے پستہ چلا ہے کہ وقت شایعی کا استعمال آپ نے کسی اور معنی میں کیا ہے۔ کیونکہ اس سلسلہ میں آپ نے مولوی نور الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ مرا صاحب عربی اور انگریزی زبان نے کے باوجود ان دونوں حضرات پر چھال گئے۔ لیکن آپ کا یہ اعتراض وقت شایعی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کا تعلق حضرت مرا صاحب کی بلندی اخلاق اور روحانی قوت سے تھا۔ شکر کتابی علوم سے جس نے ان دونوں حضرات کو اپنا غلام بنایا۔

حضرت مرا صاحب انگریزی جانتے تھے یا نہیں اسکا علم نہیں۔ لیکن ان کی عربی دانی سے آپ کا انکار کرنا یحیرت کی بات ہے۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ مرا صاحب کے عربی کلام نظم و فرش کی تفاصیل و بلاغت کا افتراق خود عرب کے علماء و فضلاء نے کیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے کسی مدرسہ میں عربی ادبیات کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مرا صاحب کا یہ کاتنامہ برداز برداشت ثبوت ان کے فطری و وہی کمالات کا ہے۔

(نگار۔ ستمبر ۱۹۷۱ء۔ بحوالہ ملاحظات فتحوری۔ ص ۱۰۱) -

آخری گزارش

”میں کیا جو کوئی خلوص و صداقت کے ساتھ حضرت مرا صاحب کے حالات و کردار کا مطالعہ کرے گا اُسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ صحیح معنوں میں عاشق رسول گئے۔ اور اسلام کا طیاراً مخلصاً درد پنہ دل میں رکھتے تھے۔ انہوں نے تو کچھ کہایا کیا وہ نتیجہ تھا مخفی ان کے لئے اختیارانہ جذبہ و خلوص اور دعایات حق و صداقت کا۔“ (علام نیاز فتحوری)

حضرت مزاعنلام احمد صاحب قادریانی علیہ الرحمۃ

اکابرین امت کی نظر میں

علاءہ سر محمد اقبال

”موجودہ ہندی مسلمانوں میں مزاعنلام احمد صاحب قادریانی سب سے بڑے دینی فکریں۔“

(رسالہ انٹرین اینٹری کوئیری - یافت ستمبر ۱۹۰۰)

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم

”مزاعنلام احمد صاحب قادریانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل رکیا جائے اور مثانے کے لئے اسے امداد زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلي دنیا میں انقلاب پیدا ہو، ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندانِ تاریخ بہت کم منظر عام پر آتے ہیں۔ اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا دیتے ہیں۔“

مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاویٰ اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو، ان تعلیم یا فتنہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کر دیا کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جواہ کی ذات سے وابستہ تھی۔ خاتمه ہو گیا۔ ان کی نیچھے صیت کو وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جنہیں کافر فرض پورا کرتے رہے تھیں

جبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلماں گھلا اعتراف کیا جاتے مزاصاحب کا لڑپر جو مسیحیوں اور آر. بوس کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا، قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اور اس خصوصیت میں وہ اُسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لڑپر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے، میں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے . . . آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو۔” (خبر وکیل۔ ۱۹۰۸ء)

سرسید احمد خان صاحب مرحوم

”مرزا غلام احمد صاحب قادریان کے کیوں لوگ یچھے بڑے ہیں۔ میں سُنتا ہوں کہ آدمی نیک بخت نمازی اور پرہیزگار ہیں۔ یہی امر ان کی بزرگداشت کو کافی ہے۔“ (مکتوبات سرسید۔ ص ۳۹۶)

مولانا بشلی نعمانی رح

”مرزا صاحب کو امام مان لینے سے تو کوئی حرج نہیں بلکہ نہایت مستحسن امر ہے۔“
(خبر الحکم۔ ۱۰ مارچ ۱۹۰۶ء)

خواجہ سن نظامی مرحوم

”مرزا غلام احمد صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل بزرگ تھے۔ ہم اُپ کے تھجھی میں اور فضیلت و کمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔“
(رسالہ منادری۔ دہلی۔ ۲۴ مارچ / فروری ۱۹۳۰ء)

كتبه

محمد و سف حسینی